

تَنْعَقِدُ جَمَاعَةُ الْجُمُعَةِ بِمَا تَنْعَقِدُ بِهِ سَائِرُ الْجَمَاعَاتِ .

”ان میں سے کسی بھی موقف پر کوئی قابل استدلال دلیل نہیں، البتہ یہ موقف دلائل سے مزین ہے کہ نماز جمعہ کی جماعت اتنے افراد کی موجودگی میں ہو جائے گی، جتنے افراد کی موجودگی میں باقی نمازوں کی جماعت ہو جاتی ہے۔ (السیل الجرار، ص: 182)

علامہ ابو عبد الرحمن، محمد ناصر الدین، البانی رحمہ اللہ (1332-1420ھ) فرماتے ہیں:

هَذَا هُوَ الصَّوَابُ، إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى .

”یہی بات درست ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!“ (سلسلة الأحادیث الضعيفة: 1204)

**سوال (۲۱):** قرآن مجید کو بوسہ دینا کیسا ہے؟

**جواب:** جائز نہیں، کیونکہ قرآن وحدیث میں اس کی کوئی دلیل نہیں، بلکہ سلف صالحین میں سے بھی کسی سے یہ عمل منقول نہیں، جیسا کہ شیخ الاسلام، ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْقِيَامُ لِلْمُصْحَفِ وَتَقْيِيلُهُ؛ لَا نَعْلَمُ فِيهِ شَيْئًا مَّأْثُورًا عَنِ السَّلَفِ .

”قرآن کریم کے لیے قیام اور اس کو چومنے کے بارے میں سلف سے منقول کوئی روایت ہمارے علم میں نہیں۔“ (الفتاویٰ الكبرى: 49/1، مجموع الفتاویٰ: 65/23)

بعض لوگ حجر اسود کے بوسے پر قرآن مجید کے بوسے کو قیاس کرتے ہیں، لیکن ان کا یہ قیاس فاسد ہے، کیونکہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا تھا:

لَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَكَ مَا قَبَّلْتُكَ .

”اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا، تو کبھی تجھے

بوسہ نہ دیتا۔“ (صحیح البخاری: 1610، صحیح مسلم: 1270)

ثابت ہوا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بوسہ نبی اکرم ﷺ کے اتباع میں دیا تھا، نیز یہ بھی

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا کسی تعظیمی عمل کو سرانجام نہ دینا یا اس کی تعلیم نہ دینا اس کے غیر شرعی اور ناجائز ہونے کی دلیل ہوتا ہے۔

علامہ ابو ولید، سلیمان بن خلف، باجی رحمہ اللہ (403-474ھ) لکھتے ہیں:

وَقَوْلُهُ: وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبَلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ، تَبَيَّنُ بَأَنَّ تَقْبِيلَهُ وَتَعْظِيمَهُ لَيْسَ لِذَاتِهِ، وَلَا لِمَعْنَى فِيهِ، وَإِنَّمَا هُوَ، لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرَعَ ذَلِكَ طَاعَةً لِلَّهِ تَعَالَى .

”سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان کہ (اے حجر اسود!) اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا، تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا، واضح کرتا ہے کہ حجر اسود کا بوسہ اور اس کی تعظیم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے نہیں کی تھی، نہ ہی حجر اسود میں کوئی ذاتی کمال تھا، بلکہ یہ اس لیے کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے اسے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے مشروع کیا تھا۔“

(المنتقى شرح المؤطا: 287/2)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے حجر اسود کو بوسہ دینے والی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَكَبَّ عَلَى الرُّكْنِ، فَقَالَ: إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ، وَلَوْ لَمْ أَرِ حَبِيبِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَكَ وَاسْتَلَمَكَ، مَا اسْتَلَمْتُكَ وَلَا قَبَّلْتُكَ، لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ .

”سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حجر اسود پر جھکے اور فرمایا: میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، اگر میں نے اپنے محبوب ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے اور چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا، تو میں بھی تجھے نہ بوسہ دیتا نہ چومتا۔ تمہارے لیے اللہ کے رسول ﷺ اسوۂ حسنہ ہیں۔“

(مسند الإمام أحمد: 1/21، وسنده حسن)

نبی اکرم ﷺ یا کسی صحابی یا تابعی سے حجر اسود کے علاوہ کسی بھی چیز کو تعظیماً بوسہ دینا قطعاً ثابت نہیں۔ قرآن کریم کو حجر اسود پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اگر یہ قیاس جائز ہوتا، تو اسلاف امت اور محدثین کرام ایسا ضرور کرتے۔

صحابی رسول، سیدنا یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

طُفْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَلَمَّا كُنْتُ عِنْدَ الرُّكْنِ الَّذِي يَلِي الْبَابَ مِمَّا يَلِي الْحَجَرَ، أَخَذْتُ بِيَدِهِ لِيَسْتَلِمَ، فَقَالَ: أَمَا طُفْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قُلْتُ: بَلَى، قَالَ: فَهَلْ رَأَيْتَهُ يَسْتَلِمُهُ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَاَنْفُذْ عَنْكَ، فَإِنَّ لَكَ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةً حَسَنَةً.

”میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ جب میں دروازے کے پاس حجر اسود کے ساتھ والے کونے تک پہنچا، تو میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا تاکہ وہ اس کونے کو بوسہ دیں۔ وہ فرمانے لگے: کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ طواف کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں، تو انہوں نے فرمایا: کیا آپ ﷺ کو اس کونے کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ اس پر انہوں نے فرمایا: اسے چھوڑو، تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں اسوہ حسنہ ہے۔“ (مسند الإمام أحمد: 253، وسندہ حسن)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ طَافَ مَعَ مُعَاوِيَةَ بِالْبَيْتِ، فَجَعَلَ مُعَاوِيَةُ يَسْتَلِمُ الْأَرْكَانَ كُلَّهَا، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ: لِمَ تَسْتَلِمُ هَذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ؟ وَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُمَا، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: لَيْسَ شَيْءٌ مِّنَ الْبَيْتِ مَهْجُورًا، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: صَدَقْتَ.

”انہوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کیا، تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سارے کونوں کو چومنے لگے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا: آپ ان دونوں کونوں کو کیوں چوم رہے ہیں؟ حالانکہ رسول اللہ ﷺ تو انہیں نہیں چوما کرتے تھے۔ اس پر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: بیت اللہ کی کوئی چیز بھی چھوڑنے والی نہیں۔ یہ سن کر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں ہی اسوۂ حسنہ ہے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: آپ نے سچ فرمایا ہے۔“ (مسند الإمام أحمد 1/217، وسندہ حسن)

ثابت ہوا کہ حجر اسود پر کسی چیز کو قیاس کرتے ہوئے اسے تعظیماً بوسہ دینا جائز نہیں۔ صرف انہی چیزوں کو بطور تعظیم چوما جاسکتا ہے، جن کی مشروعیت رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ شیخ الاسلام، ابو العباس، احمد بن عبد الحلیم، ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (661-728ھ) فرماتے ہیں:

وَكُلُّ مَنْ أَلْحَقَ مَنْصُوصًا بِمَنْصُوصٍ يُخَالِفُ حُكْمَهُ، فَقِيَاسُهُ فَاسِدٌ، وَكُلُّ مَنْ سَوَّى بَيْنَ شَيْئَيْنِ، أَوْ فَرَّقَ بَيْنَ الْاَوْصَافِ الْمُعْتَبَرَةِ فِي حُكْمِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ، فَقِيَاسُهُ فَاسِدٌ.

”جس نے بھی ایک منصوص چیز کو دوسری ایسی منصوص چیز کے ساتھ ملا دیا، جس کا حکم مختلف تھا، اس کا قیاس فاسد ہے۔ اسی طرح جس نے بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات میں بیان کردہ اوصاف کو مد نظر رکھے بغیر دو مختلف چیزوں کا حکم ایک کر دیا یا دو ایک حکم والی چیزوں کا حکم مختلف کر دیا، اس کا قیاس بھی فاسد ہے۔“ (مجموع الفتاویٰ: 287/9، 288)

علامہ، ابو عبد اللہ، محمد بن محمد بن محمد، ابن الحاج، مالکی رحمۃ اللہ علیہ (م: 737ھ) لکھتے ہیں:

وَلِأَجْلِ ذَلِكَ كَرِهَ عُلَمَاؤُنَا رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِمُ التَّمَسُّحَ بِجِدَارِ الْكَعْبَةِ، أَوْ بِجُدْرَانِ الْمَسْجِدِ، أَوْ بِالْمُصْحَفِ، إِلَى غَيْرِ ذَلِكَ مِمَّا يُتَبَرَّكُ بِهِ، سَدًّا

لَهَذَا الْبَابِ، وَلِمُخَالَفَةِ السُّنَّةِ، لِأَنَّ صِفَةَ التَّعْظِيمِ مَوْقُوفَةٌ عَلَيْهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكُلُّ مَا عَظَّمَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعِظُّهُ وَنَتَّبِعُهُ فِيهِ، فَتَعْظِيمُ الْمُصْحَفِ قِرَائَتُهُ، وَالْعَمَلُ بِمَا فِيهِ، لَا تَقْبِيلُهُ وَلَا الْقِيَامُ إِلَيْهِ، كَمَا يَفْعَلُ بَعْضُهُمْ فِي هَذَا الزَّمَانِ، وَكَذَلِكَ الْمَسْجِدُ تَعْظِيمُهُ الصَّلَاةُ فِيهِ، لَا التَّمَسُّحُ بِجُذْرَانِهِ.

”اسی لیے ہمارے علماء کرام رحمہ اللہ نے کعبہ کی دیوار، مسجد کی دیواروں یا مصحف کے ساتھ اپنا جسم لگانے اور اس طرح کے دیگر کاموں کو مکروہ قرار دیا ہے، جو تبرک کی نیت سے کیے جاتے ہیں۔ اس کا مقصد جہاں اس (غیر شرعی تبرک کے) دروازے کو بند کرنا ہے، وہاں سنت کی مخالفت (سے بچنا) بھی ہے، کیونکہ تعظیم کا طریقہ رسول اللہ ﷺ پر موقوف ہے۔ جس چیز کو رسول اللہ ﷺ نے (جس طرح) قابل تعظیم قرار دیا ہے، ہم بھی آپ ﷺ کے طریقے کے مطابق اس کی تعظیم کریں گے۔ مثال کے طور پر قرآن کریم کی (شرعی) تعظیم اس کی تلاوت اور اس کے احکامات پر عمل کرنے سے ہوگی، نہ کہ اس کے لیے قیام کر کے اور اس کو چوم کر، جیسا کہ موجودہ دور کے بعض لوگ کرتے ہیں۔ اسی طرح مسجد کی (شرعی) تعظیم اس میں نماز پڑھنا ہے، نہ کہ اس کی دیواروں کے ساتھ اپنا جسم رگڑنا۔“ (المدخل 1: 263)

بعض لوگ قرآن مجید کو بوسہ دینا سیدنا عمر، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما، سیدنا عمر بن عبدالعزیز اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں لیکن ایسا ہرگز ثابت نہیں، مدعی پر دلیل لازم ہے۔

باقی صحابی رسول سیدنا عکرمہ بن ابوجہل رضی اللہ عنہ کے متعلق مسند دارمی میں جو روایت آتی ہے، وہ ”منقطع“ ہونے کی وجہ سے ”ضعیف“ ہے۔ ابن ابوملیکہ کی سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ سے



ملاقات نہیں ہوئی۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس روایت میں بوسے کا ذکر نہیں، بلکہ قرآن کریم کو چہرے پر رکھنے کا ذکر ہے۔

الحاصل قرآن کریم کو بوسہ دینا یا اسے چہرے پر رکھنا بے اصل اور بدعت ہے۔ نہ قرآن و سنت میں اس کی کوئی دلیل ہے، نہ اسلاف امت نے ایسا کیا۔ ہر بھلائی سلف صالحین کی پیروی میں اور ہر شر سلف صالحین کی مخالفت میں ہے۔

**سوال (۲۲):** سجدہ شکر کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

**جواب:** کسی مصیبت کے ٹل جانے، کسی بیماری سے شفا حاصل ہونے، کسی خوش خبری کے ملنے یا کسی بڑی نعمت کے نصیب ہونے پر سجدہ شکر کرنا مشروع و مستحب ہے، جیسا کہ:

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، جو کہ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے اور اس بنا پر ان سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے تھے، وہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ صَوْتَ صَارِحٍ، أَوْفَى عَلَى جَبَلٍ سَلْعٍ، بِأَعْلَى صَوْتِهِ: يَا كَعْبُ ابْنَ مَالِكٍ! أَبْشِرْ، قَالَ: فَخَرَرْتُ سَاجِدًا، وَعَرَفْتُ أَنَّ قَدْ جَاءَ فَرَجٌ، وَأَذَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَوْبَةِ اللَّهِ عَلَيْنَا، حِينَ صَلَّى صَلَاةَ الْفَجْرِ، فَذَهَبَ النَّاسُ يُبَشِّرُونَنَا.

”میں نے جبل سلع پر چڑھ کر منادی کرنے والے شخص کو سنا، وہ بلند آواز سے کہہ رہا تھا: اے کعب بن مالک! خوش ہو جاؤ (کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی ہے)۔ میں سجدہ (شکر) میں گر گیا اور مجھے معلوم ہو گیا کہ خوش حالی آ گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھ کر اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری توبہ قبول کر لی ہے۔ پھر لوگ ہمیں خوش

خبری دینے کے لیے آنے لگے۔“ (صحیح البخاری: 4418، صحیح مسلم: 2769)